



قرآنیات

البيان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورة النور

(۴)

(گزشتہ سے پیوستہ)

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكُوَةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ط

(تمثیل یہ ہے کہ) اللہ زمین اور آسمانوں کی روشنی ہے^{۱۷}۔ (انسان کے دل میں) اُس کی اس روشنی

۱۷۔ یعنی اُس کی معرفت اور اُس پر ایمان ہی اس کائنات کی روشنی ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”... یہ آسمان وزمین، بلکہ یہ پوری کائنات اُس شخص کے لیے ایک عالم ظلمات اور اندھیر نگری ہے جو خدا کو نہیں مانتا یا مانتا ہے، لیکن خدا کی صفات اور اُن کے مقتضیات کو نہیں تسلیم کرتا۔ ایسا شخص نہ یہ جان سکتا کہ یہ دنیا کہاں سے آئی ہے اور نہ یہ جان سکتا کہ اس کے وجود میں آنے کی غایت اور مقصد کیا ہے؟ وہ خود اپنے متعلق بھی یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ اُس کا مقصد وجود کیا ہے؟ وہ اس دنیا میں مطلق العنان اور شتر بے مہار ہے یا پابند و محکوم؟ وہ مسئول ہے یا غیر مسئول؟ اُس کے لیے کیا خیر ہے اور کیا شر؟ اُسے ظلم کی روش اختیار کرنی چاہیے یا عدل کی؟ اُسے مجرد اپنے مفاد اور خواہشوں کی پیروی کرنی چاہیے یا اُن سے کسی بالاتر نصب العین کی؟ ان سوالوں کے صحیح جواب ہی پر صحیح اور کامیاب زندگی کا انحصار ہے۔ لیکن جو شخص خدا کو نہیں مانتا، وہ ان سوالوں کا صحیح حل نہیں پاسکتا۔ وہ اندھیرے میں اندھے بھینسے کی طرح بھٹکتا پھرتا ہے اور بالآخر ایک دن قعر ہلاکت

الْمُصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۖ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبْرَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُّورٌ

کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک طاق جس میں ایک چراغ ہے^{۶۸}۔ چراغ شیشے کے اندر ہے۔ شیشہ ایسا ہے، جیسے ایک چمکتا ہوا تارا^{۶۹}۔ وہ زیتون کے ایسے شاداب درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی^{۷۰}۔ اُس کا تیل (ایسا شفاف ہے کہ) گویا آگ کے چھوئے بغیر ہی بھڑک اٹھے گا۔

میں گر کر اپنے کیفر کردار کو پہنچ جاتا ہے۔ البتہ جو شخص خدا کو اُس کی صحیح صفات کے ساتھ مانتا ہے، وہ اس کائنات کا سرا بھی پا جاتا ہے اور اس کا انجام بھی اُس پر واضح ہو جاتا ہے۔ اُس پر اُن تمام سوالوں کے جواب بھی روشن ہو جاتے ہیں جن کو خدا کا نہ ماننے والا کبھی حل نہیں کر سکتا۔ اس وجہ سے یہ دنیا اُس کے لیے اندھیر نگری نہیں رہتی، بلکہ ایمان کے نور سے اُس کے لیے اس کی ہر چیز جگمگا اُٹھتی ہے اور اس کا ہر پہلو اُس پر روشن ہو جاتا ہے۔ وہ جو قدم بھی اٹھاتا ہے، پورے دن کی روشنی میں اٹھاتا ہے اور جس سمت میں بھی چلتا ہے، خدا کے ایمان کا نور اُس کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہی حقیقت اس نکلنے میں واضح فرمائی گئی ہے کہ اس آسمان و زمین کا نور اللہ ہے۔ جس کے پاس یہ نور ہے، وہ روشنی میں اور صراطِ مستقیم پر ہے۔ اور جو اس نور سے محروم ہے، وہ ایک عالم ظلمات میں بھٹک رہا ہے اور کوئی دوسرا اُس کو روشنی نہیں دے سکتا۔ 'وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُّورٍ' (تدبر قرآن ۵/۲۰۹)

۶۸۔ یہ ایک مرکب تمثیل ہے۔ اس میں طاق سے مراد انسان کا دل ہے جو گویا ایک چراغ دان ہے، جس میں خدا کے نور ایمان کا چراغ جلا کر رکھ دیا جائے تو انسان کا ظاہر و باطن اس طرح روشن ہو جاتا ہے، جس طرح اگر کوئی چراغ گھر میں کسی اونچی جگہ پر رکھ دیا جائے تو اُس سے پورا گھر روشن ہو جاتا ہے۔

۶۹۔ یعنی خارجی اثرات سے پوری طرح محفوظ ہے۔ نہ اُس کی لو کسی فلسفے کے زلیغ و ضلال یا خواہشات نفس کی ہوا کے جھونکوں سے منتشر ہونے پاتی ہے اور نہ شیشے پر انحرافات کی کوئی گرد ہے کہ اُسے میلا کر دے اور اُس کی روشنی کے لیے حجاب بن جائے۔ وہ چمکتے ہوئے تارے کے مانند صاف اور شفاف ہے۔

۷۰۔ یعنی ایمان کا یہ چراغ جس فطری طلب و استعداد کے تیل سے روشن ہوتا ہے، وہ وسط باغ کے درختوں کا تیل ہے جو زیادہ شاداب ہوتے ہیں۔ چنانچہ اُن کا تیل بھی زیادہ لطیف ہوتا ہے اور زیادہ تیز روشنی دیتا ہے۔ اس

عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ^ط وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ^ط وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ^{لا} ۝۳۵ فِي بُيُوتٍ آذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ^{لا}

روشنی کے اوپر روشنی^{۴۲}! اللہ جس کو چاہتا ہے، اپنی اس روشنی کی ہدایت بخشتا ہے^{۴۳}۔ اللہ یہ تمثیلیں لوگوں کی رہنمائی کے لیے بیان فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے^{۴۴} — (یہ طاق) اُن گھروں میں ہیں جن کی نسبت اللہ نے حکم دیا کہ تعمیر کیے جائیں^{۴۵} اور اُن میں اُس کے نام کا ذکر کیا جائے^{۴۶}۔

کے برعکس باغ کے مشرق و مغرب میں کناروں کے درخت ہمیشہ دھوپ اور ہوا کی زد میں رہتے ہیں، اس لیے زیادہ اچھے پھل بھی نہیں دیتے۔ اس میں، اگر غور کیجیے تو طلب و استعداد کے عین نقطہ اعتدال پر قائم ہونے کی طرف بھی اشارہ ہو گیا ہے۔

۷۱۔ مدعا یہ ہے کہ قبول حق کی یہ استعداد اس قدر قوی ہے کہ گویا بے تاب ہو رہی ہے کہ حق کب اُس کے سامنے آئے اور وہ بغیر کسی تردد اور تاخیر کے اُس کو قبول کر لے۔

۷۲۔ یعنی فطرت کی روشنی پر ایمان کی روشنی جو انسان کے پورے وجود کو نُورِ عَلٰی نُور بنا دیتی ہے۔
۷۳۔ آیت میں ’ہدٰی یٰہدی‘ کا صلہ ’ل‘ کے ساتھ آیا ہے جس سے یہ توفیق بخشی کے مفہوم پر متضمن ہو گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا جب قبول حق کی یہ استعداد کسی شخص میں دیکھتا ہے تو اُسے توفیق دیتا ہے کہ وہ دعوت حق پر لبیک کہے اور ایمان کی روشنی سے اپنا سینہ منور کر لے۔ یہ توفیق جس قانون کے مطابق ملتی ہے، وہ قرآن میں جگہ جگہ بیان ہوا ہے کہ خدا اپنی توفیق مزید سے اُنھی کو نوازتا ہے جو پہلے سے بخشی ہوئی توفیق کی قدر کرتے ہیں۔

۷۴۔ چنانچہ ہر ایک کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے جس کا وہ مستحق ہوتا ہے۔

۷۵۔ یہ اُن معابد کی طرف اشارہ ہے جو براہ راست اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم ہوئے، یعنی بیت الحرام اور بیت المقدس۔ ان کے لیے ’رَفَعَ‘ کا لفظ اُسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے، جس میں یہ سورہ بقرہ (۲) کی آیت ’اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ‘ میں استعمال کیا گیا ہے۔

۷۶۔ لفظ ’ذِکْر‘ یہاں یاد کرنے اور دوسروں کو یاد دہانی کرنے کی تمام صورتوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ﴿٣٦﴾ رَجَالٌ لَا تُلْهِيمُهُمْ تِجَارَةً وَلَا بَيْعًا عَنْ
ذِكْرِ اللَّهِ وَاقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ ۚ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ
وَالْأَبْصَارُ ﴿٣٧﴾ لِيَجْزِيََهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ
يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٨﴾

اُن میں وہ مردان حق صبح و شام اُس کی تسبیح کرتے ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد اور نماز کے اہتمام اور زکوٰۃ کے ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔۔۔ وہ اُس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل الٹیں گے اور آنکھیں پھری کی پھری رہ جائیں گی کہ اللہ اُن کے عمل کا بہترین بدلہ اُنہیں دے گا۔ اور اُن کو اپنے فضل سے مزید نوازے گا۔ اللہ جس کو چاہے گا، بے حساب عطا فرمائے گا۔ ۳۵-۳۸

۷۷۔۔ اوپر جس نور ایمان کا ذکر ہے، یہ اب اُس کے حاملین کو نمایاں کر دیا ہے۔ آیت ۳۴ میں 'الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ' کے الفاظ انہی کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ ایمان کا چراغ جن دلوں کے طاق میں رکھا جاتا ہے، وہ بت خانوں اور مے کدوں کے طاق نہیں ہیں، بلکہ اللہ کے معابد کے طاق ہیں۔ چنانچہ جن کے یہ دل ہیں، وہ بھی ہر جگہ نہیں ملتے۔ اُن کے ملنے کی جگہ بھی خدا کی مسجدیں اور اُس کے معابد ہیں۔ یہ موثر کی وضاحت کے بعد گویا اثر کا بیان ہے کہ نور ایمان سے جب دل روشن ہو جاتے ہیں تو صرف علم ہی نہیں، انسان کا عمل بھی اُسی نور کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے اور خدا کے قائم کیے ہوئے یہ معابد اُس کے اُن بندوں سے آباد ہو جاتے ہیں جن کو چشم فلک صدیوں سے یہاں رکوع و سجود کرتے ہوئے دیکھ رہی ہے۔ اس میں، ظاہر ہے کہ مخاطبین کے لیے یہ موعظت ہے کہ وہ بھی علم و عمل کی یہی پاکیزگی حاصل کرنے کی سعی کریں۔ اُن کے صالحین اسلاف کی یہ تمثیل اسی مقصد سے بیان کی گئی ہے۔

۷۸۔ اصل میں 'لِيَجْزِيََهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا' کے الفاظ آئے ہیں۔ ان میں 'ل' لام علت نہیں ہے، بلکہ وہ لام ہے جو کسی فعل کے ثمرہ اور نتیجہ کو بیان کرنے کے لیے آتا ہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِنْدَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ ۗ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٣٩﴾ أَوْ كَظُلُمٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهِ

اس کے برخلاف جو لوگ اس روشنی کے منکر ہیں^{۷۹}، اُن کے اعمال کی تمثیل یہ ہے کہ جیسے چٹیل صحرا میں سراب جس کو پیاسا پانی گمان کرے، یہاں تک کہ جب اُس کے پاس آئے تو اُسے کچھ نہ پائے۔ البتہ وہاں اللہ کو پائے^{۸۰}، پھر وہ اُس کا حساب پورا پورا چکا دے اور اللہ کو حساب چکاتے کبھی دیر نہیں لگتی۔ یا جیسے ایک گہرے سمندر میں اندھیرے کہ جس کو موج کے اوپر موج ڈھانک رہی ہو،

۷۹۔ اس سے مزید واضح ہوا کہ اوپر کی تمثیل میں روشنی سے ایمان کی روشنی ہی مراد ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”... اہل ایمان کی تمثیل میں پہلے موثر، یعنی ایمان کو نمایاں فرمایا تھا، اُس کے بعد اثر، یعنی عمل کو اور اہل کفر کی تمثیل میں پہلے اثر کو نمایاں فرمایا ہے، اُس کے بعد موثر کو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان ایک گہری حقیقت ہے جس کی جڑیں انسانی فطرت کے اعماق کے اندر اتری ہوئی ہوتی ہیں اور درحقیقت اُسی کے بابرکت اثرات و ثمرات ہوتے ہیں جو زندگی کے اعمال و اخلاق میں نمایاں ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس کفر گھورے پر اُگے ہوئے ایک درخت کی مانند ہوتا ہے جس کے زہریلے پھل تو اعمال و کردار کی صورت میں سامنے ہوتے ہیں، لیکن فطرت کے اندر اُس کی کوئی جڑ نہیں ہوتی جس کو نمایاں کرنے کی ضرورت ہو۔“ (تدبر قرآن ۵/۴۱۳)

۸۰۔ یہاں سے تمثیل کا رخ قرآن نے اپنے خاص اسلوب کے مطابق اُس حقیقت کی طرف موڑ دیا ہے جس کی یہ تمثیل ہے۔ چنانچہ ’حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ‘ گویا ’حتیٰ إذا جاء الکافر أعماله یوم القیمة‘ کے معنی میں ہے اور ضمیر مفعول میں مشبہ بہ، یعنی سراب کی رعایت ملحوظ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ منکرین قیامت کے دن، جب اپنے اعمال کے پاس پہنچیں گے تو اُن کا حال بھی وہی ہوگا جو پیاسے کا سراب کے پاس پہنچنے کے بعد ہوتا ہے۔ وہ دیکھیں گے کہ کفر و شرک نے اُن کے ہر عمل کو ’هَبَاءً مَّنْثُورًا‘ کر دیا ہے۔ اور بظاہر جن چیزوں کو وہ نیکی سمجھتے تھے، وہ بھی بالکل بے وزن ہو چکی ہیں۔ اُن کے اعمال کی جگہ اُن کے سامنے وہاں اُن کا پروردگار ہوگا جو پلک جھپکتے میں اُن کا سب حساب چکا دے گا۔

سَحَابٌ طُفِلَتْ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ط إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكْذِبْهَا ط
وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ ﴿٣٠﴾

اوپر سے بادل چھائے ہوئے ہوں۔ (غرض یہ کہ) اوپر تلے اندھیرے ہی اندھیرے ہوں۔ جب کوئی اپنا ہاتھ نکالے تو اُس کو بھی نہ دیکھ پائے^{۸۱}۔ حقیقت یہ ہے کہ جسے اللہ روشنی نہ دے، اُس کے لیے پھر کوئی روشنی نہیں ہے۔ ۳۹-۴۰

۸۱۔ یہ اُس ذہنی تاریکی کا بیان ہے جو ایمان کی روشنی سے محروم ہو جانے کے بعد پیدا ہوتی ہے۔

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

